ایمان بالرسالت محبتِ رسول ﷺ کا بنیادی لازمی تقاضا

(فکر امام ابن تیمیہؒ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ)

The Sensitivity and Faithic Demands of the Status of the Prophethood in the light of Imam Ibn-e-Taymia's Thoughts

ہدایت علی رانا*

عمر حیات**

Abstract

The most seriously sensitive issue in theology and religion Studies is subject of prophethood. To have faith in total package of prophethood is binding on human being especially who believe in religion as no religion is justified and understood without prophethood. It must also kept in mind that faith of prophethood is meaningless if the seal of prophethood is not admitted as Allah Almighty has decided. Keeping the sensitivity of this faith It is an established matter that all the holy Prophets (peace be upon them) of Allah Almighty must be given proper equal respect and regards and a single missing in this regard is not tolerable to Allah Almighty at any cost. In the following article the mentioned subject theme is highlighted in the light of lmam Ibn-e-Taymia's thoughts, a well-known Muslim thinker.

Keywords: Islam, Complete Religion, the best role Model, Reality and Honesty, Muslim Rulers, Imām Ibn e Taymia

رسالت محمدی ﷺ کا پہلا تقاضا نبی پاک ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ایمان یہ ہے کہ جو راستہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے بتایا ہے، اسی راستے پر چلا جائے وہی راستہ فلاح کی طرف جاتا ہے۔ باقی تمام راستے جہنم کو جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان کا بہترین طریقہ یہی ہے جو ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

''عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَّضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا''[1]

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ ،جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

**ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ ،جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

[1] وحید الزمان علامہ، **صحیح مسلم شریف**، مع مختصر شرح نووی مترجم، جلد اوّل،(لاہور: خالد احسان پبلشرز،۱۹۸۱ء)،۱۲۵

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اسلام کا مزہ اس نے چکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اپنا رب ہونے پر، اسلام کے اپنا دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے اپنا رسول ﷺ ہونے پر راضی ہو گیا۔

اس یقین کے بغیر کوئی مومن ایمان کی حقیقی لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی پہلی بنیاد آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر ایمان کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا۔

آپ ﷺ کا پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ بابرکات کو بہ حیثیت نبی اور رسول تسلیم کیا جائے...... زبان سے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا اقرار کیا جائے اور دل سے اس کی تصدیق کی جائے۔ ایمان کا یہ لزوم ہر پہلو سے عام ہے...... اس کائنات میں رہنے والے ہر جن و انس پر فرض ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کرے۔ اس میں عرب و عجم، مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں رہنے والوں کی کوئی تفریق نہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ''[2]

''بے شک ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، اللہ اور اُس کے رسول پر پھر شک نہیں کرتے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے لڑتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

نبی ﷺ کی ذات پر محکم ایمان کے دلائل ذکر کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''ہٰذِهِ تَفْسِيرُ آيَاتٍ أُشْكِلَتْ حَتَّى لَا يُوجَدُ فِي طَائِفَةٍ مِنْ كُتُبِ التَّفْسِيرِ إِلَّا مَا ہُوَ خَطَأٌ فِيهَا. مِنْهَا قَوْلُهُ: (بِأَيِّيكُمُ الْمَفْتُونُ) حَارَ فِيهَا كَثِيرٌ وَالصَّوَابُ الْمَأْثُورُ عَنْ السَّلَفِ. قَالَ مُجَاہِدٌ: الشَّيْطَانُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: ہُمْ أَوْلَى بِالشَّيْطَانِ مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ. فَبَيَّنَ الْمُرَادَ فَإِنَّهُ يَتَكَلَّمُ عَلَى اللَّفْظِ كَعَادَةِ السَّلَفِ فِي الِاخْتِصَارِ مَعَ الْبَلَاغَةِ وَفَهْمِ الْمَعْنَى. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: الْمَجْنُونُ. فَإِنَّ مَنْ كَانَ بِهِ الشَّيْطَانُ فَفِيهِ الْجُنُونُ. وَعَنْ الْحَسَنِ: الضَّالُّ. وَذَلِكَ أَنَّهُمْ لَمْ يُرِيدُوا بِالْمَجْنُونِ

[2] الحجرات:۵۱

الَّذِي يُخَرِّقُ ثِيَابَهُ وَيَهْذِي؛ بَلْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَ أَهْلَ الْعَقْلِ فِي نَظَرِهِمْ كَمَا يُقَالُ مَا لِفُلَانٍ عَقْلٌ."[3]

"تم میں سے جسے شیطان نے چھو لیا، یا جو جنون میں مبتلا ہو گیا، وہ حق سے دور ہو گیا۔ اس میں لوگوں کی آراء بہت زیادہ ہیں، صحیح بات وہی ہے، مجاہدؒ نے فرمایا مراد شیطان ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کی نسبت شیطان مراد لینے سے بات زیادہ واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ سلف کی عادت کے مطابق وہ بھی بڑے مختصر الفاظ کے ساتھ بات کرتے ہیں لیکن اس میں بلاغت ہوتی ہے۔ اور معانی کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ صحاکؒ نے مجنون کہا ہے۔ اس لیے کہ شیطان جس میں داخل ہوتا ہے اسے جنون لاحق ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کردہ راہ گم کردہ ماہ شخص ہے کیونکہ اس سے مراد ایسا مجنون نہیں ہوتا جو اپنے کپڑے پھاڑتا ہے، یا ہذیان بکتا ہے بلکہ ان کی نظر میں یعنی اہل عقل کا مخالف ہوتا ہے جسے کہا جاتا ہے کہ فلاں کو تو عقل ہی نہیں ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"وَمِثْلُ هَذَا رَمَوْا بِهِ أَتْبَاعَ الْأَنْبِيَاءِ كَقَوْلِهِ: (وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ) وَمِثْلُهُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ كَثِيرٌ يَسْخَرُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَيَرْمُونَهُمْ بِالْجُنُونِ وَالْعَظَائِمِ الَّتِي هُمْ أَوْلَى بِهَا مِنْهُمْ"

"اسی طرح کا الزام انبیاء کے ماننے والوں پر بھی لگایا گیا۔ جب وہ انہیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں، یہ تو گم کردہ راہ لوگ ہیں ...... اس امت میں ایسی مثالیں بہت ہیں کہ وہ مومنین سے وہ مذاق کرتے تھے اور انہیں ایسے جنون اور فطائم سے تعبیر کرتے ہیں، جس کیوہ خود زیادہ اہل اور مستحق ہوتے ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں:

"وَالسَّلَفُ فَسَّرُوا الِاسْتِوَاءَ بِمَا يَتَضَمَّنُ الِارْتِفَاعَ فَوْقَ الْعَرْشِ كَمَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ فِي قَوْلِهِ (ثُمَّ اسْتَوَى) قَالَ: ارْتَفَعَ. وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدِهِمْ رَوَاهُ مِنْ حَدِيثِ آدَمَ بْنِ أَبِي إيَاسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ: (ثُمَّ اسْتَوَى) قَالَ: ارْتَفَعَ. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِي قَوْلِهِ (ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ) عَلَا عَلَى الْعَرْشِ"[4]

---

[3] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۶: ۲۷

[4] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ۴۲: ۱۳۱

''سلف نے الاستواء کی تفسیر کی ہے وہ عرش پر متمکن ہوا امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ابو العالیہؒ سے ثم استوی کی تشریح میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے ارتفع...... یعنی بلند ہوا۔ اس طرح ابن ابی حاتمؒ وغیرہ نے بھی ایسی ایستاد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آدم ابن ایاس از ابو جعفرؒ از ابو الربیعؒ اور ابو الربیعؒ نے ابو العالیہ انہوں نے کہا: ثم استوی کا معنی بلند ہوا ہی کیا ہے۔ بخاریؒ نے فرمایا مجاہدؒ نے کہا ہے ثم استوی علی العرش سے مراد عرش کی طرف بلند ہوا۔''

رسالتِ محمدی ﷺ کے عالمگیر ہونے پر دلائل ذکر کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَد وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَغَيْرُهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: مَا بَلَغَنِي حَدِيثٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَجْهٍ إلَّا وَجَدْت تَصْدِيقَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؛ حَتَّى بَلَغَنِي أَنَّهُ قَالَ: (لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ لَا يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ لَمْ يُؤْمِنْ بِمَا أُرْسِلْت بِهِ إلَّا دَخَلَ النَّارَ) قَالَ سَعِيدٌ: فَقُلْت أَيْنَ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ حَتَّى أَتَيْت عَلَى هَذِهِ الْآيَةِ: (وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ''[5]

امام احمدؒ اور ابن ابی حاتمؒ وغیر ہم نے ایوبؒ اور ایوبؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں فرمایا: کہ مجھے روئے ارض پر رسول اکرم ﷺ سے جو بھی حدیث ملی میں نے اس کی تصدیق کتاب اللہ میں پائی، حتی کہ مجھے رسول اکرم ﷺ سے یہ حدیث بھی پہنچی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے مجھے جس نے بھی سنا(یعنی اس کو میری خبر ملی) خواہ یہودی ہو یا نصرانی، پھر وہ میری شریعت پر ایمان نہیں لایا تو وہ دوزخ میں ڈال دیا جائیں گا سعیدؒ کہتے ہیں میں نے کہا اس حدیث کی تصدیق کتاب اللہ میں کہا ہے یہاں تک کہ میں اس آیت (وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ) تک پہنچا، تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ احزاب ساری اس تصدیق سے بھری ہوئی ہے۔

نیز ایمانیات میں کج روی اختیار کرنے والوں کے دلائل کے محاکمہ کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: شَحِيحًا. وَعَنْ عِكْرِمَةَ: ضَجُورًا. وَعَنْ جَعْفَرٍ: حَرِيصًا وَعَنْ الْحَسَنِ وَالضَّحَّاكِ: بَخِيلًا وَعَنْ مُجَاهِدٍ: شَرِهًا وَعَنْ الضَّحَّاكِ أَيْضًا: الْهَلُوعُ الَّذِي لَا يَشْبَعُ وَعَنْ مُقَاتِلٍ: ضَيِّقُ الْقَلْبِ وَعَنْ عَطَاءٍ: عَجُولًا وَهَذِهِ الْمَعَانِي كُلُّهَا تُنَافِي الثَّبَاتَ وَالْقُوَّةَ وَالِاجْتِمَاعَ وَالْإِمْسَاكَ وَالصَّبْرَ''[6]

[5] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ۱۵: ۵۷

[6] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ۲۱: ۱۴۰

"سعید بن جبیرؒ کے نزدیک ھلوعا کا معنی بخیل ہے عکرمۃ کے نزدیک سب سے زیادہ شریر ضحاکؒ کے نزدیک ایسا لالچی جیسا کا پیٹ نہ بھرے۔ مقاتل کے نزدیک تنگ دل والا عطاء کے نزدیک جلد باز اور یہ تمام معانی ثبات، قوۃ، اجتماع، صبر اور ضبط کی نفی کرتے ہیں۔"

قول قتادة حق ولم يعرف احد من السلف قال ان الله اكره احداً على معصيته[7]

قتادہؒ کا فرمان حق ہے اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ جانتا ہو کہ انہوں نے کہا ہو۔ اللہ معصیت پر بندے کو ناپسند کرتا ہے۔

"وَتَأَوَّلُوا قَوْله تَعَالَى (إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَاءِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّءَاتِكُمْ) بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْكَبَاءِرِ: قَدْ يَكُونُ هُوَ الْكُفْرُ وَحْدَهُ. كَمَا قَالَ تَعَالَى (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ) وَسَلَكُوا مَسْلَكَ نفاة الْقَدَرِ فِي هَذَا وَقَالُوا فِي الْوَعِيدِ بِنَحْوِ قَوْلِ الْخَوَارِجِ. قَالُوا: إِنَّ مَنْ دَخَلَ النَّارَ لَا يَخْرُجُ مِنْهَا لَا بِشَفَاعَةٍ وَلَا غَيْرِهَا. بَلْ يَكُونُ عَذَابُهُ مُؤَبَّدًا. فَصَاحِبُ الْكَبِيرَةِ أَوْ مَنْ رَجَحَتْ سَيِّءَاتُهُ. عِنْدَهُم لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ أَبَدًا. بَلْ يُخَلِّدُهُ فِي النَّارِ. فَخَالَفُوا السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ وَإِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ فِيمَا قَالُوهُ فِي الْقَدَرِ"[8]

"آیت مذکور میں انہوں نے تاویل کی ہے کہ کبائر سے مراد صرف کفر تنہا بھی ہو سکتا ہے جیسے اللہ نے فرمایا(بیشک اللہ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرتا) انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ اس سے نہیں نکل سکتا، نہ شفاعت کے ذریعے اور نہ کسی دوسرے ذریعے سے بلکہ اس کا عذاب دائمی اور ابدی ہو گا، پس کبیرہ گناہ کا مرتکب یا وہ جس کے گناہ ان کے نزدیک ترجیح کا درجہ رکھتے ہوں، ان پر اللہ کبھی رحم نہیں کریگا، بلکہ انہیں ہمیشہ دوزخ میں رکھے گا، پس اس معاملے میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ سنت مطہرہ اور اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے۔"

---

[7] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ١٦: ٢٤٠

[8] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ١٤: ٣٤٧

الْقَدَرِيَّةَ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ:

قَدَرِيَّةٌ مشركية. فَأَمَّا الْأَوَّلُونَ فَهُمْ الَّذِينَ اعْتَرَفُوا بِالْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ وَزَعَمُوا أَنَّ ذَلِكَ يُوَافِقُ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ، وَقَالُوا: (لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ) إلَى آخِرِ الْكَلَامِ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ.

"القدریہ المشرکہ: یہ وہ لوگ ہیں جو قضاء قدر کا اقرار واعتراف کرتے ہیں لیکن اللہ کی عبادت میں اس کا ساجھی اور شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ ان کا یہ عقیدہ امر و انہی کے موافق ہے اور نہوں نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم شریک نہ ٹھہراتے، نہ ہمارے آباؤ اجداد ایسا کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔"

"الْمَجُوسِيَّةُ: الَّذِينَ يَجْعَلُونَ لِلَّهِ شُرَكَاءَ فِي خَلْقِهِ كَمَا جَعَلَ الْأَوَّلُونَ لِلَّهِ شُرَكَاءَ فِي عِبَادَتِهِ. فَيَقُولُونَ: خَالِقُ الْخَيْرِ، غَيْرُ خَالِقِ الشَّرِّ. وَيَقُولُ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فِي مِلَّتِنَا: إنَّ الذُّنُوبَ الْوَاقِعَةَ لَيْسَتْ وَاقِعَةً بِمَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَرُبَّمَا قَالُوا: وَلَا يَعْلَمُهَا أَيْضًا وَيَقُولُونَ: إنَّ جَمِيعَ أَفْعَالِ الْحَيَوَانِ وَاقِعٌ بِغَيْرِ قُدْرَتِهِ وَلَا صُنْعِهِ فَيَجْحَدُونَ مَشِيئَتَهُ النَّافِذَةَ وَقُدْرَتَهُ الشَّامِلَةَ"[9]

"القدریہ المجوسیہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق میں اس کا ساجھی مانتے ہیں جس طرح کہ پہلے لوگ اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں، کہتے ہیں حالق خیر، خالق شر نہیں ہے، ان میں سے جو ہماری ملت میں ہے وہ کہتا ہے جو گناہ معرض وجود میں آتے ہیں ہو اللہ کی مشیئت سے نہیں ہوتے، اکثر اوقات انہوں نے کہا اللہ اس گناہ کو جانتا بھی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں حیوانات کے تمام افعال اللہ کی قدرت اور کاریگری کے بغیر وجود پذیر ہوتے ہیں پس وہ اللہ کی مشیت نافذۃ اور قدرت شاملہ کے منکر ہیں۔"

"قَدَرِيَّةٌ إبليسية: الْمَجُوسِيَّةُ: الَّذِينَ يَجْعَلُونَ لِلَّهِ شُرَكَاءَ فِي خَلْقِهِ كَمَا جَعَلَ الْأَوَّلُونَ لِلَّهِ شُرَكَاءَ فِي عِبَادَتِهِ. فَيَقُولُونَ: خَالِقُ الْخَيْرِ، غَيْرُ خَالِقِ الشَّرِّ، وَيَقُولُ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فِي مِلَّتِنَا: إنَّ الذُّنُوبَ الْوَاقِعَةَ لَيْسَتْ وَاقِعَةً بِمَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَرُبَّمَا قَالُوا: وَلَا يَعْلَمُهَا

---

[9] ابن تیمیہؒ، **مجموعہ الفتاویٰ**، ۸: ۲۵۲

أَيْضًا وَيَقُولُونَ: إِنَّ جَمِيعَ أَفْعَالِ الْحَيَوَانِ وَاقِعٌ بِغَيْرِ قُدْرَتِهِ وَلَا صُنْعِهِ فَيَجْحَدُونَ مَشِيئَتَهُ النَّافِذَةَ وَقُدْرَتَهُ الشَّامِلَةَ''[10]

"القدریہ الابلیسیہ وہ ہیں جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ اللہ تعالیٰ سے دونوں معاملات خلق اور امر صادر ہوتے ہیں لیکن ان کے ہاں یہ تضاد ہے اللہ کس طرح فتنہ پیدا کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اس کے نظریں نیچی رکھو محفوظ رہو، تو انہوں نے ابلیس کی مانند اللہ کی طرف گمراہی کو منسوب کر دیا۔ تو جیسے حدیث میں آیا ہے یہ اللہ کے دشمن ہیں۔"

نیز گمراہ فرقوں کے وجود میں آنے کا سبب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فَلَمَّا وَقَعَ بَيْنَ الْمُتَكَلِّمِينَ تَقْصِيرٌ وَجَهْلٌ كَثِيرٌ بِحَقَائِقِ الْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ وَهُمْ فِي الْعَقْلِيَّاتِ تَارَةً يُوَافِقُونَ الْفَلَاسِفَةَ عَلَى بَاطِلِهِمْ وَتَارَةً يُخَالِفُونَهُمْ فِي حَقِّهِمْ صَارَتْ الْمُنَاظَرَاتُ بَيْنَهُمْ دُوَلًا. وَإِنْ كَانَ الْمُتَكَلِّمُونَ أَصَحَّ مُطْلَقًا فِي الْعَقْلِيَّاتِ الْإِلَهِيَّةِ وَالْكُلِّيَّةِ كَمَا أَنَّهُمْ أَقْرَبُ إِلَى الشَّرْعِيَّاتِ مِنْ الْفَلَاسِفَةِ؛ فَإِنَّ الْفَلَاسِفَةَ كَلَامُهُمْ فِي الْإِلَهِيَّاتِ وَالْكُلِّيَّاتِ الْعَقْلِيَّةِ كَلَامٌ قَاصِرٌ جِدًّا وَفِيهِ تَخْلِيطٌ كَثِيرٌ وَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُونَ جَيِّدًا فِي الْأُمُورِ الْحِسِّيَّةِ الطَّبِيعِيَّةِ وَفِي كُلِّيَّاتِهَا فَكَلَامُهُمْ فِيهَا فِي الْغَالِبِ جَيِّدٌ''[11]

"کیونکہ متکلمین علم و دین کے اکثر مسائل میں کورے اور بہرہ نظر آتے ہیں اور وہ عقلیات میں کبھی فلاسفروں کے ساتھ ان کے باطل نظریات کی موافقت کرتے ہیں اور کبھی ان کی سچی بات کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ اس قسم کا مناظرۃ ان دونوں فریقوں کے درمیان چلتا رہتا ہے اگرچہ متکلمین اپنے عقلیات الھیہ اور کلیات میں صحیح ہیں جس طرح کہ وہ فلاسفروں کی شریعت میں ان کے قریب ہیں، لیکن جہاں تک فلاسفہ کا تعلق ہے الھیات اور کلیات عقلیہ میں ان کا کلام بہت ہی ناقص ہے، اس میں اغلاط ہیں، فلاسفہ حسی اور طبیعی امور میں اچھی گفتگو کرتے ہیں اور کلیات میں بھی اکثر ان کا کلام بہتر ہوتا ہے۔"

---

[10] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۸: ۶۵۲

[11] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۷: ۵۳۳

مزید فرماتے ہیں:

''مَنْ قَالَ: (إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا) مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ. وَإِنْ كَانَ الْقُرْآنُ مَخْلُوقًا كَمَا زَعَمُوا فَلِمَ صَارَ فِرْعَوْنُ أَوْلَى بِأَنْ يُخَلَّدُ فِي النَّارِ إِذْ قَالَ: (أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى) وَزَعَمُوا أَنَّ هٰذَا مَخْلُوقٌ؟. وَمَعْنَى ذَلِكَ كَوْنُ قَوْلِ فِرْعَوْنَ: (أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى) كَلَامًا قَائِمًا بِذَاتِ فِرْعَوْنَ فَإِنْ كَانَ قَوْلُهُ (إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا) كَلَامًا خَلَقَهُ فِي الشَّجَرَةِ كَانَتْ الشَّجَرَةُ هِيَ الْقَائِلَةُ لِذَلِكَ كَمَا كَانَ فِرْعَوْنُ هُوَ الْقَائِلُ لِذَلِكَ وَحِينَئِذٍ فَيَكُونُ جَعْلُ الشَّجَرَةِ إِلَهًا أَعْظَمَ كُفْرًا مِنْ جَعْلِ فِرْعَوْنَ إِلَهًا''[12]

''جس نے کہا آیت (إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا) "میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں"مخلوق ہے وہ کافر ہے جیسا ان کا گمان ہے اگر مان بھی لیا جائے کہ قرآن مخلوق ہے تو پھر فرعون ہمیشہ کے لیے دوزخ کا مستحق کیوں ہے؟ جبکہ اس نے بھی کہا تھا (أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى) ان کا گمان ہے کہ یہ بھی (کلامی) مخلوق ہے تو گیا فرعون کے (رَبُّكُمُ الْأَعْلَى) کے معنی یہ ہوئے کہ فرعون قائم بالذات ہے اگر اس کا یہ قول (إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا) کلام ہو جیسے درخت میں پیدا گیا گیا تو درخت بھی اس قول کا ادا کرنے والا ہو گا جس طرح اس قول کا قائل فرعون ہے تو پھر درخت کو معبود بنانا فرعون کو معبود بنانے سے بڑا کفر ہو گا۔''

مزید فرماتے ہیں:

'' وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ فِي حَقِّ التَّائِبِينَ وَأَمَّا آيَتَا النِّسَاءِ قَوْلُهُ: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ) فَلَا يَجُوزُ أَنْ تَكُونَ فِي حَقِّ التَّائِبِينَ كَمَا يَقُولُهُ مَنْ يَقُولُهُ مِنْ الْمُعْتَزِلَةِ فَإِنَّ التَّائِبَ مِنْ الشِّرْكِ يُغْفَرُ لَهُ الشِّرْكُ أَيْضًا بِنُصُوصِ الْقُرْآنِ وَاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ. وَهٰذِهِ الْآيَةُ فِيهَا تَخْصِيصٌ وَتَقْيِيدٌ وَتِلْكَ الْآيَةُ فِيهَا تَعْمِيمٌ وَإِطْلَاقٌ هٰذِهِ خَصَّ فِيهَا الشِّرْكَ بِأَنَّهُ لَا يَغْفِرُهُ وَمَا عَدَاهُ لَمْ يَجْزِمْ بِمَغْفِرَتِهِ؛ بَلْ عَلَّقَهُ بِالْمَشِيئَةِ فَقَالَ: (وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ)''[13]

---

[12] ابن تیمیہؒ، *مجموع الفتاویٰ*، ۱۷: ۴۸

[13] ابن تیمیہؒ، *مجموع الفتاویٰ*، ۱۶: ۸۱

"فرماتے ہیں: ہم نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں آئی ہے اور وہ آیت جو سورۃ النساء میں ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" وہ توبہ کرنے والوں کے حق میں نہیں ہے جس طرح کا معتزلہ کا دعویٰ ہے اس لیے کہ شرک سے توبہ کرنے والے کا شرک بھی معاف ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآنی نصوص میں ہے اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے یہ سورۃ النساء کی آیت، اس میں تخصیص بھی ہے اور قید بھی۔ زمر کی آیت میں عمومیت اور آزادی ہے۔ اس میں تخصیص کر دی گئی ہے کہ اللہ شرک کو ہر گز معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے علاوہ جس قسم کے کبیرہ وصغیرہ گناہ کیوں نہ ہو اور گناہگار بغیر توبہ کے فوت ہو جائے تو اللہ کی منشاو مرضی پر منحصر ہے کہ اسے چاہے تو معاف کر دے (وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ)۔

خوارج اور معتزلہ کے باطل نظریات کا رد کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ أَنَّ هٰذِهِ كَمَا تَرُدُّ عَلَى الوعيدية مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ فَهِيَ تَرُدُّ أَيْضًا عَلَى الْمُرْجِءَةِ الواقفية الَّذِينَ يَقُولُونَ: يَجُوزُ أَنْ يُعَذِّبَ كُلَّ فَاسِقٍ فَلَا يَغْفِرُ لِأَحَدٍ وَيَجُوزُ أَنْ يَغْفِرَ لِلْجَمِيعِ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ: (وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ) فَأَثْبَتَ أَنَّ مَا دُونَ ذَٰلِكَ هُوَ مَغْفُورٌ لَكِنْ لِمَنْ يَشَاءُ فَلَوْ كَانَ لَا يَغْفِرُهُ لِأَحَدٍ بَطَلَ قَوْلُهُ: (وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ) وَلَوْ كَانَ يَغْفِرُهُ لِكُلِّ أَحَدٍ بَطَلَ قَوْلُهُ: (لِمَنْ يَشَاءُ''

"ہم نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ یہ ابحاث خوارج اور معتزلہ کے وعیدیہ فرقے کی اسی طرح رد کرتی ہے جس طرح مرجۂ اور واقفیہ کا رد کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں جائز ہے کہ ہر فاسق کو عذاب دیا جائے اور کسی ایک کو بھی نہ بخشا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ تمام کو معاف کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" پس ثابت ہوا کہ مشرک کے علاوہ ہر دوسرا گناہگار قابل بخشش ہے مگر شرط ہے کہ جسے اللہ چاہے اگر اللہ کسی ایک کو بھی معاف نہ کرے تو یہ قول باطل قرار پاتا ہے "وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ" اور اگر ہر ایک کو معاف کر دیتا ہے تو یہ قول "لِمَنْ يَشَاءُ" باطل قرار پاتا ہے پس جب ثابت ہو گیا کہ اللہ مشرک کے علاوہ دوسرے کو بخش دے گا اور مغفرت صرف اس کے لیے ہے جسے وہ چاہے تو یہ اس پر دلالت ہے کہ یہ مغفرت عامہ ہو گی ان لوگوں کے لیے جو شرک سے محفوظ ہوں لیکن یہ سب کے لیے نہیں بعض کے لیے ہو گی۔"

پھر ابن تیمیہ نے اس صحیح فہم و فراست کو ان گمراہ فرقوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جو ان ابحاث کے اصل مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں لکھتے ہیں:

وَأَيْضًا فَمَسْأَلَةُ الْجَزَاءِ فِيهَا نُصُوصٌ كَثِيرَةٌ دَلَّتْ عَلَى الْمُوَازَنَةِ كَمَا قَدْ بُسِطَ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ. وَالْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ قَوْلَهُ: (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا) فِيهِ نَهْيٌ عَنِ الْقُنُوطِ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِنْ عَظُمَتْ الذُّنُوبُ وَكَثُرَتْ فَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَقْنَطَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَإِنْ عَظُمَتْ ذُنُوبُهُ وَلَا أَنْ يُقَنِّطَ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ. قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ إِنَّ الْفَقِيهَ كُلَّ الْفَقِيهِ الَّذِي لَا يُؤَيِّسُ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَلَا يُجَرِّئُهُمْ عَلَى مَعَاصِي اللَّهِ [14]

"مقصود یہاں یہ ہے کہ اللہ کا فرمان "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ" اس میں اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی نفی کی گئی ہے خواہ گناہ کتنے بڑے اور کتنی کثرت سے کیوں نہ ہوں! کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ باوجود اپنے گناہوں کی عظمت اور کثرت کے وہ خود اللہ کی رحمت سےناامید ہو یالوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید کرے، اور نہ ہی انہیں اللہ کی نافرمانی کی ترغیب دے بعض سلف نے فرمایاہے، صحیح اور سچافقیہ تو وہ ہے جولوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامیدنہ کرے اور نہ انہیں اللہ کی نافرمانی پر اکسائے۔"

نیز ایمان کی تعریف اور اُس کے اجزاء بیان کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اولا: التَّصْدِيقُ يَكُونُ بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ).

ثانیا: التَّصْدِيقُ التَّامُّ الْقَائِمُ بِالْقَلْبِ مُسْتَلْزِمٌ لِمَا وَجَبَ مِنْ أَعْمَالِ الْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ فَإِنَّ هٰذِهِ لَوَازِمُ الْإِيمَانِ التَّامِّ، وَانْتِفَاءُ اللَّازِمِ دَلِيلٌ عَلَى انْتِفَاءِ الْمَلْزُومِ۔

14 ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۶: ۸۱

ثالثا: اذا قالوا إِجْمَاعُ أَہْلِ اللُّغَةِ قَاطِبَةً عَلَى أَنَّ الْإِيمَانَ قَبْلَ نُزُولِ الْقُرْآنِ ہُوَ التَّصْدِيقُ. فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ نَقَلَ ہَذَا الْإِجْمَاعَ؟ وَمِنْ أَيْنَ يُعْلَمُ ہَذَا الْإِجْمَاعُ؟ وَفِي أَيِّ كِتَابٍ ذُكِرَ ہَذَا الْإِجْمَاعُ؟[15]

تصدیق: دل، زبان اور بدن کے اعضاء سے عبارت ہوتی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شرمگاہ (زنا) کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

مکمل تصدیق دل اور جوارح کیاعمال سے لازم وملزوم ہوتی ہے کیونکہ ایمان کامل کے یہ لوازمات میں لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلیل کرتی ہے۔

جب انہوں نے کہا: اہل لغت کا اجماع ہے حتمی اور قطعی ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے ایمان در اصل تصدیق کا بھی نام ہے ان سے یہ کہا گیا اس اجماع کو کس نے نقل کیا؟ یہ کیسے علم ہوا یہ اجماع ہے کس کتاب میں موجود ہے؟

مزید لکھتے ہیں:

يقال لقائلهم: أَتَعْنِي بِأَہْلِ اللُّغَةِ نَقَلَتَهَا كَأَبِي عَمْرٍو وَالْأَصْمَعِيِّ وَالْخَلِيلِ وَنَحْوِہِمْ؛ أَوْ الْمُتَكَلِّمِينَ بِهَا؟ فَإِنْ عَنَيْت الْأَوَّلَ؛ فَهَؤُلَاءِ لَا يَنْقُلُونَ كُلَّ مَا كَانَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ بِإِسْنَادِ وَإِنَّمَا يَنْقُلُونَ مَا سَمِعُوهُ مِنْ الْعَرَبِ فِي زَمَانِہِمْ وَمَا سَمِعُوهُ فِي دَوَاوِينِ الشِّعْرِ وَكَلَامِ الْعَرَبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ بِالْإِسْنَادِ وَلَا نَعْلَمُ فِيمَا نَقَلُوهُ لَفْظَ الْإِيمَانِ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَكُونُوا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ. وَإِنْ عَنَيْت الْمُتَكَلِّمِينَ بِهَذَا اللَّفْظِ قَبْلَ الْإِسْلَامِ؛ فَهَؤُلَاءِ لَمْ نَشْهَدْہُمْ وَلَا نَقَلَ لَنَا أَحَدٌ عَنْہُمْ ذَلِكَ۔

خامسا: أَنَّهُ لَا يُعْرَفُ عَنْ ہَؤُلَاءِ جَمِيعِہِمْ أَنَّہُمْ قَالُوا: الْإِيمَانُ فِي اللُّغَةِ ہُوَ التَّصْدِيقُ؛ بَلْ وَلَا عَنْ بَعْضِہِمْ وَإِنْ قُدِّرَ أَنَّهُ قَالَهُ وَاحِدٌ أَوْ اثْنَانِ؛ فَلَيْسَ ہَذَا إجْمَاعًا [16]

ایسا کہنے والے سے کہا گیا اہل لغت سینقل کا معنی ہے کہ ابی عمرو الاصمعی اور ان جیسے یا متکلمین نے اسے نقل کیا ہے اگر اس سے مراد پہلا گروہ ہے تو ہر وہ بات اسناد کے ساتھ نقل نہیں کرتے جو اسلام سے قبل ہے، وہ تو

---

[15] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۷: ۲۲۱

[16] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۷: ۲۲۱

صرف وہی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے زمانے میں عربوں سے سنا تھا اور جو کچھ انہوں نے شعر کے دیوان یا کلام عرب وغیرھا کو اسناد کے ساتھ سنا۔ جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے اس میں ہمیں علم نہیں ہے کہ انہوں نے لفظ ایمان کو بھی نقل کیا ہو اور اس پر ان کا اجماع ہو، اور اگر ناقلین سے مراد دوسرا گروہ (متکلمین) کا ہے جنہوں نے قبل از اسلام ہی لفظ ایمان کو نقل کیا ہے تو ان کے بارے میں ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں اور نہ ہمیں ان کے بارے میں کسی کو کچھ بتایا گیا۔

وہ ان سب کے بارے میں یہ نہیں جانتا کہ انہوں نے کہا ہے: ایمان لغت میں تصدیق کا نام ہے بلکہ بعض اس سے اختلاف رکھتے ہیں اگر اسے ایک دو آدمیوں نے کہا تو یہ کسی صورت میں اجماع نہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

''أَنَّهُ لَوْ قُدِّرَ أَنَّهُمْ قَالُوا ہَذَا؛ فَهُمْ آحَادٌ لَا يَثْبُتُ بِنَقْلِهِمْ التَّوَاتُرُ و التَّوَاتُرُ مِنْ شَرْطِهِ اسْتِوَاءُ الطَّرَفَيْنِ وَالْوَاسِطَةِ وَأَيْنَ التَّوَاتُرُ الْمَوْجُودُ عَنْ الْعَرَبِ قَاطِبَةً قَبْلَ نُزُولِ الْقُرْآنِ؟ إنَّهُمْ كَانُوا لَا يَعْرِفُونَ لِلْإِيمَانِ مَعْنًى غَيْرَ التَّصْدِيقِ"

"اگر اسے استطاعت نصیب ہو جائے تو بعض ناقلین نے کہا ہے یہ تو صرف چند منفرد لوگوں کی سوچ ہے اور اس کا تواتر نقل سیثابت نہیں ہوتا اور عربوں کے ہاں تواتر قطعی طور پر قرآن کے نزول سے پہلے کہاں موجود تھا؟ وہ تصدیق کے معانی کیسوائے ایمان کے کچھ نہ جانتے تھے۔"

مزید فرماتے ہیں:

''حتی من قال من العلماء ان الایمان ہو التصدیق فقد اراد بہ التصدیق لَيْسَ مُرَادُهُ التَّصْدِيقَ بِمَا يُرْجَى وَيُخَافُ بِدُونِ خَوْفٍ وَلَا رَجَاءٍ؛ بَلْ يُصَدِّقُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَيَخَافُهُ وَيُصَدِّقُ بِالشَّفَاعَةِ وَيَرْجُوہَا. وَإِلَّا فَلَوْ صَدَّقَ بِأَنَّهُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي قَلْبِهِ خَوْفٌ مِنْ ذَلِكَ أَصْلًا لَمْ يُسَمُّوهُ مُؤْمِنًا بِهِ كَمَا أَنَّهُمْ لَا يُسَمُّونَ مُؤْمِنًا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ إلَّا مَنْ رَجَا الْجَنَّةَ وَخَافَ النَّارَ، دُونَ الْمُعْرِضِ عَنْ ذَلِكَ بِالْكُلِّيَّةِ مَعَ عِلْمِهِ بِأَنَّهُ حَقٌّ. كَمَا لَا يُسَمُّونَ إبْلِيسَ مُؤْمِنًا بِاَللَّهِ وَإِنْ كَانَ مُصَدِّقًا بِوُجُودِهِ وَرُبُوبِيَّتِهِ، وَلَا يُسَمُّونَ فِرْعَوْنَ مُؤْمِنًا وَإِنْ كَانَ عَالِمًا بِأَنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُوسَى

وَأَنَّهُ ہُوَ الَّذِی أَنْزَلَ الْآیَاتِ وَقَدْ اسْتَیْقَنَتْ بِہَا أَنْفُسُہُمْ مَعَ جَحْدِہِمْ لَہَا بِأَلْسِنَتِہِمْ، وَلَا یُسَمُّونَ الْیَہُودَ مُؤْمِنِینَ بِالْقُرْآنِ وَالرَّسُولِ وَإِنْ کَانُوا یَعْرِفُونَ أَنَّهُ حَقٌّ کَمَا یَعْرِفُونَ أَبْنَاءَہُمْ.[17]

"حتی کہ علماء میں سے جنہوں نے کہا کہ ایمان تو تصدیق کا نام ہے اور اس تصدیق کے بعد عمل کی متابعت ضروری ہے تصدیق سیمراد یہ نہیں کہ جس سے امید رکھی جائے اور جس سے خوف کھایا جائے بغیر کسی خوف اور امید کے، بلکہ وہ عذاب قبر کی تصدیق کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے، وہ شفاعت کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا امیدوار ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی تصدیق نہ کرتا کہ قبر میں اسے عذاب ہو گا۔ اور اس کے دل میں (عذاب) کا کچھ خوف نہ ہوتا۔ تو ایسے آدمی کو مومن کہا جاسکتا ہے جس طرح وہ مومن کو جنت اور دوزخ کی گارنٹی نہیں دیتے ہاں مگر جو جنت کا امیدوار ہو آگ سے خوف کھائے۔ جس طرح ابلیس کو اللہ پر ایمان لانے والا (مومن) نہیں کہتے اگرچہ وہ (ابلیس) اللہ کے وجود اور اس کی ربوبیت کا قائل ہے، وہ فرعون کو بھی مومن نہیں کہتے اگرچہ فرعون جانتا تھا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو بھیجا ہے وہ اللہ ہی ہے جس نے آیات نازل کیں، ان کی زبانیں جن کا انکار کرتی ہیں اگرچہ ان کے نفس اس پر مطمئن ہیں۔ یہود کو کسی نے قرآن اور نبی پر ایمان لانے والے نہیں کہا اگرچہ وہ (قرآن اور نبی) کو اس طرح برحق تسلیم کرتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔"

عربوں کے کلام میں یہ بات کبھی نہیں ملے گی کہ جو آدمی کسی چیز کے وجود کو جانتا ہے جس سے ڈرا بھی جاتا ہے، جس سے امید بھی کی جاتی ہے جس سے محبت بھی کی جاسکتی ہے جس کی تعظیم بھی بجالائی جاسکتی ہے وہ ان تمام اشیاء کو جاننے کے باوجود (حقیقتاً) اس سے ڈرنا بھی نہیں نہ اس سے امید رکھتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے نہ اس کی عظمت بیان کرتا ہے بلکہ وہ اس کا انکار کرتا ہے وہ اسے اپنی زبان سے جھٹلاتا ہے وہ کہیں کہ یہ مومن ہے بلکہ اگر وہ اپنے دل سے اسے پہچانے اور اپنی زبان سے اسے جھٹلائے، تو لوگ کبھی نہیں کہیں گے کہ وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے اور وہ تصدیق کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرے جو اس کے تقاضے کے خلاف ہے تو وہ اسے مومن نہیں کہیں گے۔ عربوں کے کلام میں کوئی ایسی شہادت موجود نہیں جو ان کے دعوے کی تصدیق کر سکے۔

---

[17] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۷: ۳۲۱

ابن تیمیہ نے تصوف کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے:

پہلا دوراس دور میں بصرہ کے کچھ عبادت گزاروں کا ایک مجموعہ نمایاں ہوتا ہے ان کی طرف تصوف کی نسبت کا کوئی ماخذ نظر نہیں آتا۔ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ پتہ چلتاہے کہ انہوں نے ذِکر اور عبادت میں اس قدر مشقت اٹھائی کہ ان کے دل اس قدر کمزور ہو گئے کہ جو واردات ان پر نازل ہوئیں وہ ان کے متحمل نہ ہو سکے ان پر مدہوشی غالب آجاتی اور وہ اس میں معذور تھے۔

دوسرا دور:

متصوفین کی ایسی اقسام ظاہر ہوئی جن کے اقوال اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متعارض و متصادم نہ تھے۔

تیسرا دور:

اس دور میں صوفیائے کرام کی ایسی اقسام کا اضافہ ہوا جن پر فلسفیانہ نظریات کی چھاپ غالب آنے لگی ان صوفیاء کے اکثر اقوال اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم و متعارض ہیں۔

نیز اجزائے ایمان پر جھمیہ اور مرجیہ کے نظریات کا رد کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''ثُمَّ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ يُخَرِّجُ مِنْهَا إلَى مَذْهَبِ الْجَهْمِيَّةِ الِاتِّحَادِيَّةِ وَالْحُلُولِيَّةِ؛ فَيَقُولُ: إنَّ ذَلِكَ الْوَجْهَ هُوَ وُجُودُ الْكَائِنَاتِ وَوَجْهُ اللَّهِ هُوَ وُجُودُهُ فَيَكُونُ وَجُودُهُ وُجُودَ الْكَائِنَاتِ لَا يُمَيِّزُ بَيْنَ الْوُجُودِ الْوَاجِبِ وَالْوُجُودِ الْمُمْكِنِ كَمَا هُوَ قَوْلُ ابْنِ عَرَبِيٍّ وَابْنِ سَبْعِينَ وَنَحْوِهِمَا وَهُوَ لَازِمٌ لِمَنْ جَعَلَ وُجُودَهُ وُجُودًا مُطْلَقًا لَا يَتَمَيَّزُ بِحَقِيقَةٍ تَخُصُّهُ سَوَاءٌ جَعَلَهُ وُجُودًا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ كَمَا يَزْعُمُ ابْنُ سِينَا وَنَحْوُهُ مِنْ الْمُتَفَلْسِفَةِ أَوْ جَعَلَهُ وُجُودًا مُطْلَقًا لَا بِشَرْطِ كَمَا يَقُولُهُ الِاتِّحَادِيَّةُ. وَهُمْ يُسَلِّمُونَ مِنْ الْقَوَاعِدِ الْعَقْلِيَّةِ مِمَّا هُوَ يُعْلَمُ بِضَرُورَةِ الْعَقْلِ مَا يُوجِبُ أَنْ يَكُونَ الْمَوْجُودُ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ إنَّمَا وُجُودُهُ فِي الْأَذْهَانِ لَا فِي الْأَعْيَانِ كَالْحَيَوَانِ الْمُطْلَقِ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ وَالْإِنْسَانِ الْمُطْلَقِ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ وَنَحْوِ ذَلِكَ''[18]

''ایسے لوگ بھی ہیں جو آیت مذکور سے مذہب جہمیہ، اتحادیہ اور حلولیہ کا استنباط کرتے ہیں کہتے ہیں، آیت میں وجہ سے مراد وجود کائنات ہے اور وجہ اللہ سے مراد اللہ کا وجود ہے۔ پس اس کا وجود وہ وہی

---

[18] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۲: ۵۲

وجود کائنات ہے وہ وجود واجب اور وجود ممکن میں کوئی فرق نہیں کرتے جیسے ابن عربی اور ابن سبعین وغیرہ کا خیال ہے۔ جو اس کے وجود کو وجود مطلق مانتے ہیں ان کے نزدیک وہ وجود لازم ہے۔ وہ اس حقیقت میں کوئی تمیز نہیں کرتے جیسے وہ اس کے علاوہ مخصوص کرتے ہیں وہ وجود مطلق مانتے ہیں جیسے اتحادیہ کا نکتہ نظر ہے اسے قواعد عقلیہ کے ذریعے تسلیم کرتے ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:

وَأَنَّ الْمُطْلَقَ لَا بِشَرْطٍ لَيْسَ لَهُ حَقِيقَةٌ غَيْرُ الْوُجُودِ الْعَيْنِيِّ وَالذِّهْنِيِّ لَيْسَ فِي الْأَعْيَانِ الْمَوْجُودَةِ وُجُودُ مُطْلَقٍ سِوَى أَعْيَانِهَا كَمَا لَيْسَ فِي هَذَا الْإِنْسَانِ وَهَذَا الْإِنْسَانِ إنْسَانٌ مُطْلَقٌ وَرَاءَ هَذَا الْإِنْسَانِ؛ فَيَكُونُ وُجُودُ الرَّبِّ عَلَى الْأَوَّلِ ذِهْنِيًّا وَعَلَى الثَّانِي نَفْسَ وُجُودِ الْمَخْلُوقَاتِ. وَقَوْلُ الْجَهْمِيَّةِ مِنْ الْمُتَقَدِّمِينَ والمتأخرين؛ لَا يَخْرُجُ عَنْ هَذَيْنِ الْقَوْلَيْنِ؛ وَهُوَ حَقِيقَةُ التَّعْطِيلِ؛ لَكِنْ هُمْ يُثْبِتُونَهُ أَيْضًا. فَيَجْمَعُونَ بَيْنَ النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ. فَيَبْقَوْنَ فِي الْحَيْرَةِ؛ وَلِهَذَا يَجْعَلُونَ الْحَيْرَةَ مُنْتَهَى الْمَعْرِفَةِ وَيَرْوُونَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا مَكْذُوبًا عَلَيْهِ (أَعْلَمُكُمْ بِاَللَّهِ أَشَدُّكُمْ حَيْرَةً) وَأَنَّهُ قَالَ: (اللَّهُمَّ زِدْنِي فِيك تَحَيُّرًا) وَيَجْمَعُونَ بَيْنَ النَّقِيضَيْنِ مُلْتَزِمِينَ لِذَلِكَ[19]

"جو ضرورت عقل کے ذریعے سے موجود (وجود) کو شرط اطلاق کیساتھ لازم جانتے ہیں اس وجود کا صرف ذہنوں میں ہے مگر حقیقت میں نہیں۔ جس طرح حیوان مطلق شرط اطلاق کیساتھ اور انسان مطلق، شرط اطلاق کے ساتھ وغیرہ وغیرہ مطلق وجود کی شرط کے بغیر کوئی حقیقت نہیں، وہ غیر عینی (مشاہد کے بغیر) اور غیر ذہنی (بغیر شکل) وجود ہے نہ اعیان موجود میں کوئی وجود مطلق ہے سوائے اس کے اعیان کے، نہ انسانوں میں کوئی انسان مطلق ہے۔ پس اللہ کا وجود اولاً ذہنی ہو گا پھر وہ مخلوقات کے وجود والا ہو گا جہمیہ متقدمین اور متاخرین کا قول ان دونوں اقوال سے باہر نہیں۔ یہی وہ تعطیل کی حقیقت ہے لیکن وہ اسے بھی ثابت کرتے ہیں۔ وہ منفی اور مثبت کو یکجا جمع کرتے ہیں اور حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور حیرت کو ہی معرفت کا منتہائے مقصود تصور کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے جھوٹی حدیث منسوب کرتے ہیں اللہ کا سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا (ولی اللہ) وہ ہے جو سب

---

[19] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۲: ۵۲

سے زیادہ حیرت زدہ ہے یہ بھی منسوب کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ مجھے زیادہ سے زیادہ حیرت زدہ فرما۔ وہ اس خاطر دو ضدوں (اضداد) کو جمع کرتے ہیں۔"

وَہٰذَا قَوْلُ الْقَرَامِطَةِ الْبَاطِنِيَّةِ والاتحادية وَہُوَ لَازِمٌ لِقَوْلِ الْفَلَاسِفَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَإِنْ لَمْ يُصَرِّحْ ہٰؤُلَاءِ بِالْتِزَامِهِ؛ بِخِلَافِ الْبَاطِنِيَّةِ والاتحادية مِنْ الْمُتَصَوِّفَةِ. فَإِنَّهُمْ يُصَرِّحُونَ بِالْتِزَامِهِ وَيَذْكُرُونَ ذَلِكَ عَنْ الْحَلَّاجِ. وَالْمَقْصُودُ ہُنَا أَنْ يُقَالَ: أَمَّا كَوْنُ وُجُودِ الْخَالِقِ ہُوَ وُجُودُ الْمَخْلُوقِ؛ فَهٰذَا كُفْرٌ صَرِيحٌ بِاتِّفَاقِ أَہْلِ الْإِيمَانِ؛ وَہُوَ مِنْ أَبْطَلِ الْبَاطِلِ فِي بَدِيهَةِ عَقْلِ كُلِّ إنْسَانٍ وَإِنْ كَانَ مُنْتَحِلُوهُ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ غَايَةُ التَّحْقِيقِ وَالْعِرْفَانِ وَہٰذَا مَبْسُوطٌ فِي غَيْرِ ہٰذَا الْمَوْضِعِ. وَأَمَّا كَوْنُ الْمَخْلُوقِ لَا وُجُودَ لَهُ إلَّا مِنْ الْخَالِقِ سُبْحَانَهُ فَهٰذَا حَقٌّ ثُمَّ جَمِيعُ الْكَائِنَاتِ ہُوَ خَالِقُهَا وَرَبُّهَا وَمَلِيكُهَا لَا يَكُونُ شَيْءٌ إلَّا بِقُدْرَتِهِ وَمَشِيئَتِهِ وَخَلْقِهِ ہُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى [20]

"یہ قول قرامطہ باطنیہ اور اتحادیہ کا ہے یہ فلاسفہ اور معتزلہ کے قول سے لازم ملزوم ہے اگرچہ یہ لوگ متصوفین میں سے باطنیہ اور اتحادیہ کے برعکس پر اس اصول سے چمٹنے کی تصریح تو نہیں کرتے مگر وہ اس سے چمٹنے کی تصریح کرتے ہیں اور وہ اسے (منصور) الحلاج کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ کہا جائے خالق کا وجود دراصل مخلوق کا وجود ہے۔ تمام اہل ایمان کے اتفاق کی بنیاد پر یہ صریح کفر ہے اور ہر انسان کی عقل بدیہی کے اعتبار سے بھی سب سے باطل بات ہے اگرچہ اس کے ماننے والوں کا گمان ہے کہ یہی تحقیق اور معرفت الٰہی کی غرض و غایت ہے جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے تو اس کا تو خالق کے علاوہ کوئی وجود نہیں ...... یہ بات برحق اور سچ ہے پھر ساری کائنات کا خالق، مالک اور پروردگار وہی ہے کوئی چیز اس کی مشیئت اور قدرت کے بغیر معرض وجود میں نہیں آسکتی ہر چیز کا خالق وہی سبحان و تعالیٰ ہے۔"

نیز مشیت و ارادہ کی بحث ذکر کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''وَہُوَ يُخْبِرُ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ أَنَّهُ لَوْ شَاءَ لَفَعَلَ أُمُورًا لَمْ يَفْعَلْهَا كَمَا قَالَ (وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ ہُدَاہَا) (وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً) (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا). فَبَيَّنَ أَنَّهُ لَوْ شَاءَ ذَلِكَ لَكَانَ قَادِرًا عَلَيْهِ. لَكِنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ لِأَنَّهُ لَمْ يَشَأْهُ إذْ كَانَ عَدَمُ مَشِيئَتِهِ أَرْجَحَ فِي الْحِكْمَةِ مَعَ

[20] ابن تیمیہؒ، مجموع الفتاویٰ، ۲: ۶۲

كَوْنِهِ قَادِرًا عَلَيْهِ لَوْ شَاءَهُ. وَقَدْ بُسِطَ الْكَلَامُ عَلَى مَا يَذْكُرُونَهُ فِي الْقُدْرَةِ وَالْإِرَادَةِ هُمْ وَغَيْرُهُمْ فِي غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ. وَأَنَّ مِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يَقُولُ: إنَّمَا يَقْدِرُ عَلَى الْأُمُورِ الْمُبَايِنَةِ لَهُ دُونَ الْأَفْعَالِ الْقَائِمَةِ بِنَفْسِهِ كَمَا يَقُولُ ذَلِكَ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْجَهْمِيَّة وَمَنْ وَافَقَهُمْ مِنْ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ. وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: بَلْ يَقْدِرُ عَلَى مَا يَقُومُ بِهِ مِنْ الْأَفْعَالِ وَعَلَى مَا هُوَ باين عَنْهُ كَمَا يُحْكَى عَنْ الْكَرَّامِيَة''[21]

"اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر خبر دی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسے امور بھی کر سکتا ہے جنہیں اس نے کیا نہیں جیسے فرمایا: اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے فرمایا: اگر آپ کا پروردگار چاہے تو تمام لوگوں کو ایک امت بنادے۔ پھر فرمایا: اگر اللہ چاہے تو وہ آپس میں نہ لڑیں۔ اس طرح واضح کر دیا اگر اللہ چاہے تو اس کام پر قدرت رکھتا ہے کہ اس کام کو کر گزرے۔ متکلمین میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے دور والے امور پر قدرت رکھتا ہے ان افعال کے علاوہ بھی جو قائم بالنفس ہیں جس طرح معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے موافقین کہتے ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں بلکہ وہ قدرت رکھتا ہے ان افعال پر بھی جو اس سے قائم بالذات ہیں اور ان افعال پر بھی جو اس سے دور ہیں جیسے کرامیہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

''وَالصَّوَابُ الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَالْعَقْلُ أَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى هَذَا وَهَذَا قَالَ تَعَالَى (بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ) وَقَالَ (أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى) وَقَالَ (أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ) وَقَالَ (وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ) وَهَذَا كَثِيرٌ فِي الْقُرْآنِ''[22]

"صحیح فکر وہی ہے جس پر قرآن دلالت کرتے ہیں کہ اللہ دونوں پر قدرت رکھتا ہے، اللہ نے فرمایا: ہاں ہم اس کے پورے بنانے پر قادر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: کیا اللہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کرے۔ پھر فرمایا: جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور لوگوں کو پیدا کرے۔ پھر فرمایا: ہم انہیں ختم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایسی مثالیں قرآن مجید میں بہت ہیں۔"

---

21 ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۶: ۱۳۳

22 ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۶: ۰۶۴

''أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ ثَلَاثٌ: الْكُفْرُ ثُمَّ قَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ثُمَّ الزِّنَا كَمَا رَتَّبَهَا اللَّهُ فِي قَوْلِهِ: (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ) وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: (قُلْت يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَك قُلْت: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَك خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَك. قُلْت: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِك)''[23]

''بڑے بڑے گناہ تین ہیں: کفر، پھر بغیر حق کے قتل نفس، پھر زنا، صحیحین میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زناء کرے۔''

فَهَذِهِ النُّصُوصُ وَغَيْرُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَ الرُّسُلَ وَأَنْزَلَ الْكُتُبَ لِبَيَانِ الْحَقِّ مِنْ الْبَاطِلِ وَبَيَانِ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ النَّاسُ وَأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعُ مَا أُنْزِلَ إلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَدُّ مَا تَنَازَعُوا فِيهِ إلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأَنَّ مَنْ لَمْ يَتَّبِعْ ذَلِكَ كَانَ مُنَافِقًا وَأَنَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى الَّذِي جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذَلِكَ حُشِرَ أَعْمَى ضَالًّا شَقِيًّا مُعَذَّبًا وَأَنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ قَدْ بَرِئَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْهُمْ[24]

''یہ اور اس قسم کی دوسری آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے حق کو باطل سے ممتاز اور ممیز کرنے کے لیے آسمانی کتابیں نازل کیں اور جن معاملات میں لوگ اختلاف کرتے ہیں انہیں واضح کیا۔ لوگوں پر فرض ہے کہ جو ان کے پروردگار نے ان پر نازل کیا ہے اس کی اتباع کریں اور جس معاملے میں ان کے درمیان منافق ہے جو رسل کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ بدبخت اور جو

[23] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۵: ۸۲۲

[24] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۵: ۱۰۳

اس شریعت سے اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن اندھا اور عذاب میں مبتلا اٹھایا جائے گا اور جن لوگوں نے دین میں فرقے بازی پیدا کی اللہ اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:

وَمِثَالُ ذَلِكَ حَدِيثُ مُسْلِمٍ: (إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَخَلَقَ آدَمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ) فَإِنَّ هَذَا طَعَنَ فِيهِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْ مُسْلِمٍ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ وَمِثْلَ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَذَكَرَ الْبُخَارِيُّ أَنَّ هَذَا مِنْ كَلَامِ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَطَائِفَةٌ اعْتَبَرَتْ صِحَّتَهُ مِثْلَ أَبِي بَكْرٍ ابْنِ الْأَنْبَارِيِّ وَأَبِي الْفَرَجِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَالْبَيْهَقِي وَغَيْرُهُ وَافَقُوا الَّذِينَ ضَعَّفُوهُ وَهَذَا هُوَ الصَّوَابُ[25]

"ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اس کی مثال مسلم شریف کی حدیث ہے اللہ تعالیٰ نے زمین (مٹی) کو ہفتہ کے روز پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے روز، درختوں کو سوموار کے روز، اور ناپسندیدہ اشیاء منگل کے روز اور نور بدھ کے روز اور چوپائے جمعرات کے روز پھیلائے اور آدمؑ کو جمعہ کے روز پیدا کیا۔ اس پر دراصل ان لوگوں نے طعن ہے جو امام مسلم سے زیادہ عالم ہیں جیسے یحییٰ بن معین مثلاً امام بخاریؒ اور ان کے دونوں کے علاوہ اور ان جیسے علماء اور آئمہ کرام، امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ کعب الاحبار چند ایسے لوگوں کی جماعت کا قول ہے جو اس کی صحت کے قائل تھے جیسے ابو بکر بن الانباری، ابو الفرج، ابن الجوزی وغیرھما، امام بیہقی وغیرہ نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے اسے ضعیف جانا اور یہی بات (کہ یہ حدیث ضعیف ہے) صحیح ہے۔"

غرض کتنی وضاحت کو لو اللہ تعالیٰ کے غیب ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ہم اس کے پاس حاضر نہیں ہیں اور یہ قرآن مجید کا رکھا ہوا نام ہے اور صحیح ہے یعنی اللہ کا نام (اسم صفت) یعنی غیب تو اگر یہ کہتے کہ غیب کو شہادۃ پر قیاس کریں گے تو یہ عبارت درست ہوئی، "یعنی ہماری نسبت سے جس طرح ایک چیز حاضر ہے اور اسے شہادۃ کہتے ہیں اسی طرح ہمارے نسبت سے اللہ تعالیٰ کے غایت ہونے کی وجہ سے اسے غیب کہتے ہیں۔" اس میں قرآن کے ظاہری الفاظ کی مخالفت ہے "کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظ میں فرمایا: وما کنا غائبین یعنی ہم غائب نہ تھے لیکن

[25] ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۸۱: ۸۱

معنی کے لحاظ سے اللہ کو غائب کہنا قرآن کے مفہوم کے مطابق ہے کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہے۔ اس لیے علماء میں جھگڑا پیدا ہوا کہ لفظ غائب اللہ تعالیٰ پر بول سکتے ہیں یا نہیں "جب کہ لفظ غیب اللہ کے لیے استعمال کرنے میں کوئی اختلاف نہیں "یعنی بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو غائب کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی کی ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کو غائب کہنا جائز ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ ہم سے او جھل ہے ہاں وہ ان معنوں میں غائب نہیں کہ کوئی چیز اس سے او جھل ہو۔

فَالِاسْمُ الْأَوَّلُ يَتَضَمَّنُ غَايَةَ الْعَبْدِ وَمَصِيرَهُ وَمُنْتَهَاهُ وَمَا خُلِقَ لَهُ وَمَا فِيهِ صَلَاحُهُ وَكَمَالُهُ وَهُوَ عِبَادَةُ اللَّهِ وَالِاسْمُ الثَّانِي يَتَضَمَّنُ خَلْقَ الْعَبْدِ وَمُبْتَدَاهُ وَهُوَ أَنَّهُ يُرَبِّهِ وَيَتَوَلَّاهُ مَعَ أَنَّ الثَّانِيَ يَدْخُلُ فِي الْأَوَّلِ دُخُولَ الرُّبُوبِيَّةِ فِي الْإِلَهِيَّةِ وَالرُّبُوبِيَّةُ تَسْتَلْزِمُ الْأُلُوهِيَّةَ أَيْضًا[26]

"پس پہلا نام (اللہ)ضامن ہے بندے کی (پیدائش) کی غرض و غایت کا، اس کے انجام، اس کی وہ صلاحتیں، اس کاوہ کمال جو اسے اس ضمن میں عطاہوا...... اور وہ ہے اللہ کی عبادت۔ اور دوسرا نام (رب)ضامن ہے بندے کی پیدائش، اس کے آغاز، رب کے سامنے اس کی عاجزی، اللہ کی ربوبیت، اللہ کی تولیت (حفاظت) کا، پھر یہ دوسرا نام پہلے نام میں داخل ہو جاتا ہے کہ ربوبیت الہیت کے لیے لازم وملزوم ہے۔"

حکم ربانی ہے:

''وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا''[27]

"اور جو کوئی ایمان نہ لائے اللہ اور اُس کے رسول پر، تو ہم نے انکار کرنے والوں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔"

قاضی عیاض رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''الایمان به هو: تصديق نبّوته و رسالة اللّٰه لَهٗ۔ وتصديقه، فی جمیع ما جآء به وما قاله، ومافعلهٗ...... تصديق القلب بذلك، وشهادة اللسان بآنه رسول اللّٰه، فاذا اجتمع التصديق به بالقلب، والنطق بالشهادة بذلك اللسان، ثم الايمان به والتصديق لهٗ''[28]

---

26 ابن تیمیہؒ، **مجموع الفتاویٰ**، ۱۴:۲۱

27 الفتح:۱۳

28 قاضی عیاض، **الشفا**، ۳۔۲

"حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے: آپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کی جائے اور آپ جو شریعت لے کر آئے ہیں۔ اس پوری شریعت کو حق مانا جائے...... جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، آپ کے ہر فرمان کو تسلیم کیا جائے اور قلبی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی اقرار کیا جائے۔ جب زبانی اقرار اور تصدیق قلبی دونوں میں مکمل توازن پیدا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ کثیر الروایہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

''ما من الانبیاء نبی الا أُعطی مامثله آمن علیه البشر، وانما کان الذی أوتیتهٔ وحیاً اوحاه اللّٰه اِلیّ، فارجوا اَنْ اکون اکثرهم تابعاً یوم القیامة''[29]

"مجھ سے پہلے جتنے انبیاء کرام تشریف لائے، ان میں سے ہر ایک نبی کو اُس کی اُمت کے حجم کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغام دیا گیا، جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے وحی کے ذریعے اتنا کلام دیا گیا جس کی بنا پر میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ آخرت میرے ماننے والے سب سے زیادہ ہوں گے۔"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اُمرت اَنْ اُقاتل النّاس حَتّٰی یشهدوا اَنْ لا اِلٰ ہَ اِلاّٰ اللّٰه، وَیؤمنوا بی وَبِما جئتُ به، فاذا فعلوا ذلك عصموا مِنّی دماء هم وأموالهم اِلاّ بحقها وحسابهم عَلَی اللّٰه''[30]

"مجھے اُس وقت تک عوام کے ساتھ لڑنے کا کہا گیا ہے، جب تک وہ اِس بات پر شہادت نہ دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُس کے ساتھ میری حیثیت اور میری رسالت کو مان نہ لیں۔ ہاں جب وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیں اور مجھے سچا رسول تسلیم کر لیں تو پھر ہماری طرف سے ان کی جان و مالوں کو حفاظت حاصل ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

''والذی نفس محمد بیده لایسمع بی احد من هذه ألامة یهودی، ولا نصرانی ثم یموت، ولم یؤمن بالذی أرسلت به اِلّا کان من اصحاب النّار''[31]

[29] اخرجہ، البخاری: **فضائل القرآن**، باب: ''کیف نزل الوحی واَوّل مانزل''

[30] اخرجہ البخاری، **کتاب الایمان** باب: فان تابوا واقاموا الصلاة وآتو الزکاة فخلّوا سبیلهم)

[31] اخرجہ، **مسلم**، **کتاب الایمان**، باب: وجوب الایمان برسالة نبیّنا محمَّد الی جمیع الناس ونسخ الملل بِملّته۔

"اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری بعثت کے بعد جو بھی میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا، بھلے وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو۔"

مذکورہ بالا مباحث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نبی ورسول ہونے پر ایمان لانا اور جو شریعت آپ لے کر آئے ہیں اُس کی صداقت و حقانیت پر کامل یقین رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جنت کے حصول اور جہنم سے نجات پانے کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے ایمان وعقائد پر گمراہ فرقوں کے کئی اعتراضات کا ذکر کر کے اُن کا مدلل رد کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح ثابت شدہ عقائد پر رہنمائی کی اور ثابت کیا ہے کہ آپ کے نبی ورسول ہونے پر ایمان لائے بغیر آدمی کافر ہی رہتا ہے اور اُس کی کوئی نیکی اور خیر اللہ کے ہاں درجہ قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔